حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غذا
انسان کی ایک بنیادی ضرورت

سید جلال الدین عمری

غذا انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اس کی مادی ضروریات میں اسے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ وہ روزِ اول سے اس کا محتاج رہا، اب بھی اس کا حاجت مند ہے اور آیندہ بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہ اس کی فطرت کا عین تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانِ اول حضرت آدمؑ اور ان کے جوڑے حضرت حوا کو پیدا کیا، انھیں جنت میں رکھا، انھیں غذا کی ضرورت تھی ان کی یہ ضرورت پوری کی گئی، وہ بغیر کسی روک ٹوک کے جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے تھے، انھیں اجازت تھی کہ جہاں چاہیں رہیں اور جو چاہیں کھائیں۔ اس بھرپور آزادی کے ساتھ صرف ایک درخت ایسا تھا جس سے دور رہنے کی انھیں ہدایت کی گئی تھی۔ یہی پابندی انھیں جنت میں قیام کا حق دار بنا رہی تھی اور اسی میں ان کا امتحان بھی تھا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ	ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا	بیوی جنت میں رہو، اور دونوں وہاں
رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا	خوب کھاؤ جہاں سے تمہارا جی چاہے۔
هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ	لیکن اس درخت کے قریب نہ جاؤ
الظّٰلِمِيْنَ ۝ [1] (البقرہ: ۳۵)	ورنہ تم ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اس جنت کے بارے میں حضرت آدمؑ سے مزید کہا گیا۔

---

[1] یہی آیت معمولی فرق کے ساتھ سورۂ اعراف میں بھی ہے۔ الاعراف: ۱۹

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝ (طٰہٰ: ۱۱۸-۱۱۹)	بے شک تمہیں اس میں یہ آسائش حاصل ہے کہ اس میں نہ بھوکے رہتے ہو اور نہ ننگے اور نہ تمہیں پیاس پریشان کرتی ہے اور نہ دھوپ۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غذا، لباس اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ حضرت آدمؑ اپنی بیوی حوا کے ساتھ جنت میں تھے تو اس کا بخوبی اور بہ سہولت انتظام تھا۔ اس کے لیے انھیں محنت مشقت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ لیکن شیطان ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ اس کے فریب میں آگئے۔ ہزار نعمتوں کے باوجود شجر ممنوعہ کے قریب ہوئے، اسے چکھا، شاید لذیذ تھا اس لیے کھا بھی لیا۔ نتیجہ بڑا بھیانک سامنے آیا، جنت کا استحقاق کھو دیا، ساری آسائشیں اور راحتیں چھن گئیں، جنت سے نکالے گئے اور زمین پر اتار دئے گئے۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (الاعراف: ۲۴-۲۵)	کہا اترجاؤ (یہاں سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور زمین میں ایک وقت تک تمہارا ٹھکانا اور سامان زیست ہے اور فرمایا اسی میں تم زندہ رہوگے، اسی میں مروگے اور اسی سے تم نکالے جاؤگے۔

اس طرح زمین آدم وحوا کا مستقر بنی اور ان کی موت وحیات اس سے وابستہ ہوگئی کہ وہ اپنی زندگی کے دن اسی زمین پر گزاریں گے، مرنے کے بعد اسی میں جگہ پائیں گے اور قیامت کے روز اسی سے اٹھیں گے۔ حضرت آدمؑ کو یوں ہی زمین پر چھوڑ نہیں دیا گیا کہ وہ سزا بھگتتے رہیں بلکہ ان کے ذریعہ یہاں ایک نئی دنیا آباد کی گئی۔ اس کے لیے زمین کو نیا رنگ وروپ دیا گیا اور اسے ان کے قیام کے قابل بنایا گیا، اس میں ان کی زیست کا سامان تھا اور ان کی ضروریات کی تکمیل کا انتظام تھا۔

یہ ہے نسل انسانی کا آغاز اور زمین پر اس کی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام۔ پھر

نسل انسانی پھیلی اور زمین کے ہر خطہ میں آباد ہوئی، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس طرح زمین کو غذا کے ذخیروں سے بھر دیا ہے قرآن مجید بار بار اس کا ذکر کرتا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف اور اس کا شکر ادا کرتا رہے سورۂ انعام میں انسان کی تخلیق کے ذکر کے بعد اس کا بیان ان الفاظ میں ہوا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَّمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الانعام: ۹۹)

اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے ہر طرح کی نباتات اگائی۔ اس سے سرسبز کھیتی پیدا کی پھر اس سے ہم نے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں، اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ پیدا کیے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور جدا جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان کے پھل لانے اور ان کے پکنے کی کیفیت ذرا دیکھو۔ یقیناً ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

سورۂ عبس میں انسان کی ناشکری اور ناسپاسی کے ذکر کے بعد ارشاد ہے:۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّ زَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ (عبس: ۲۴-۳۲)

انسان ذرا اپنے کھانے پر غور کرے۔ ہم نے اوپر سے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا، پھر اس سے اگائے غلے، انگور اور ترکاری زیتون اور کھجور اور گھنے باغات اور میوہ اور چارہ (اس میں) متاع زیست ہے تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے۔

ان آیات میں ہر طرح کی نباتات، غلہ اور اناج، تیل، ترکاری، کھجور، انگور اور انار کا ذکر ہے ان ہی چیزوں سے انسان کی بیشتر غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ دودھ، گوشت، خوردنی تیل اور پھلوں کا ذکر بعض اور آیات میں بھی ملتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ
بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ
وَاِنَّا عَلٰي ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ
فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا
فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ
وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ
طُوْرِ سَيْنَاۗءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ
وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝ وَ
اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ
لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ
مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ
فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ
وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝
(المؤمنون: ١٩-٢١)

ہم نے آسمان سے پانی ایک خاص
مقدار میں اتارا۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرایا،
ہم اس کے غائب کرنے پر بھی قادر ہیں۔
ہم نے اسی پانی سے تمہارے لیے کھجور
اور انگور کے باغات پیدا کیے۔ تمہارے
لیے ان باغوں میں بہت سے پھل ہیں۔
ان میں سے تم کھاتے ہو اور وہ درخت
بھی ہم نے پیدا کیا جو طور سینا سے نکلتا
ہے تیل بھی لیے ہوئے اگتا ہے اور کھانے
والوں کے لیے سالن بھی۔ اور تمہارے
لیے مویشیوں میں عبرت اور نصیحت ہے
ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے
ہم تمہارے لیے پینے کی چیز (دودھ)
نکالتے ہیں۔ تمہارے لیے ان میں اور
بھی بہت سے فائدے ہیں۔ ان میں سے
بعض کو تم کھاتے ہو۔

جانوروں کے ذریعہ انسانوں کے لیے دودھ کا اور شہد کی مکھیوں کے ذریعہ شہد کا جس طرح اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا ہے اور اس میں اس کی جو کاریگری ہے اس کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ
لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا
فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ

بے شک تمہارے لیے مویشیوں
میں عبرت کا سامان ہے، ان کے
پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اس کے

وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا
لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ
النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ
مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى
النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ
الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ
وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ
سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ
مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ
اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(النحل: ۶۶-۶۹)

درمیان میں سے ہم تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔ اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم نشہ آور چیز بھی بناتے ہو اور عمدہ کھانے کی چیزیں بھی۔ بے شک اس میں عقل رکھنے والوں کے لیے بڑی دلیل ہے اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر وحی بھیجی کہ تو پہاڑوں اور درختوں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں پر چھتے بنالے پھر ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کے ہموار راستے پر چلتی رہ۔ اس کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز (شہد) نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں۔ اس میں لوگوں کے لیے شفا اور تندرستی ہے بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین میں میٹھے پانی کے بھی اور کھاری پانی کے بھی ذخیرے رکھے ہیں۔ ان میں صرف میٹھا پانی پینے کے کام آتا اور پیاس بجھاتا ہے۔ لیکن تر و تازہ مچھلی دونوں طرح کے پانی سے ملتی ہے اور قیمتی زیورات بھی ان سے نکلتے ہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ
هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ
سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ
اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ
لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ

دونوں دریا یکساں نہیں ہیں۔ ایک تو میٹھا ہے، پیاس بجھاتا ہے اس کا پینا خوش گوار ہے، دوسرا سخت کھاری اور تلخ (لیکن) دونوں طرح کے پانی سے تم تر و تازہ گوشت

حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (فاطر: ۱۲)	کھاتے ہو اور پہننے کے لیے زیور نکالتے ہو۔ تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی کا سینہ چیرتی چلی جاتی ہیں۔ تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر ادا کرو۔

قرآن مجید کی اور بہت سی آیات میں اس طرح کی تفصیلات ہمیں ملتی ہیں۔ ان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر انسان کی ان تمام ضروریات کا انتظام کر دیا جن کا اس کی فطرت تقاضا کرتی ہے، اس کی کوئی ضرورت ایسی نہیں جس کی تکمیل کا یہاں سامان موجود نہ ہو۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الاعراف)	ہم نے تمہیں زمین میں اقتدار دیا اور تمہارے لیے اس میں سامان زندگی پیدا کیا۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر کرتے ہو۔

ایک دوسری جگہ یہی بات کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر: ۱۹، ۲۱)	ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری پہاڑ رکھ دئے اور ہر طرح کی نباتات اس میں ایک مقدار میں اگائی ہے اور تمہارے لیے اس میں معاش کے سامان رکھ دئے اور ان بہت سی مخلوقات کی بھی (معاش رکھ دی) جن کے تم رازق نہیں ہو۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں۔ اور ہم ایک متعین مقدار میں اسے اتارتے رہتے ہیں۔

ان آیات میں جو بات بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر معاش کا بھرپور سامان کیا ہے، جس سے انسان کی بھی اور دوسری مخلوقات کی بھی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ بہت سی مخلوقات انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں

وہ ان کا رازق نہیں ہے بلکہ اللہ انھیں روزی پہونچاتا ہے۔ معاش کا یہ سامان خدا کی بے پناہ مخلوق کے استعمال سے ختم نہیں ہونے والا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں البتہ وہ جس وقت دینا چاہتا ہے اور جسے جتنا دینا چاہتا ہے دیتا ہے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے خزانے ختم ہوگئے اور اب اس کی مخلوق کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ یہ دنیا جب تک ہے اس کا نظم جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی معاش کا نظم اس طرح نہیں کیا ہے کہ وہ غیب سے اس کے پاس خود بخود پہونچتا چلا جائے بلکہ اس کے لیے اسے جدوجہد اور تگ و دو کرنی پڑتی ہے اور زمین میں چھپے ہوئے رزق کے خزانوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق اس انداز سے کی ہے کہ آدمی دوڑ دھوپ بھی کر سکے اور اسے آرام بھی ملتا رہے۔ آرام کے بغیر مسلسل جدوجہد اس کے لیے ناممکن اور اس کی جسمانی ساخت کے لیے ناقابل برداشت ہے۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ	اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا	تمہارے لیے رات اور دن بنائے
فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ	تاکہ تم (رات میں) آرام کرو اور (دن میں)
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝	اس کا فضل (روزی) تلاش کرو تاکہ
(القصص: ۷۳)	تم اس کا شکر ادا کرو۔

نماز جمعہ کے آداب بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ جب اذان ہو جائے تو کاروبار بند کر کے مسجد میں حاضر ہو جاؤ اور خطبہ اور نماز میں شریک رہو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا	پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین
فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ	میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش
(الجمعہ: ۱۰)	کرو۔

حج کے ذیل میں فرمایا:-

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ	اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم حج

تَبْتَغُوا فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ (البقرہ:۱۹۸) — کے دوران میں اللہ کا فضل (بھی) تلاش کرو۔

رزق کی تلاش میں تگ و دو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کے سفر کی قرآن مجید صرف یہی نہیں کہ اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ ارشاد ہے:۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ○ (الملک:۱۵) — وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے کہ تم اس کے کندھوں پر چلو اور کھاؤ اس کا رزق۔ اسی کے پاس تمہیں زندہ ہو کر جانا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ نماز تہجد فرض نہیں ہے۔ اگر فرض ہو تو بڑی دقت پیش آئے گی۔ اس کا ایک سبب یہ بیان ہوا:۔

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ (المزمل:۲۰) — اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل (روزی) کی تلاش میں سفر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے زمین اور آسمان مسخر کر دیئے ہیں، بحر و بر اس کے تابع ہیں۔ وہ چاہے تو خشکی اور تری دونوں میں اپنی معاشی جد و جہد جاری رکھ سکتا ہے اور آسمان کی کھلی فضاؤں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ○ (الجاثیہ:۱۲-۱۳) — اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنے رہو اور اس نے تمہارے لیے اپنی طرف سے مسخر کر دیں وہ ساری چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

سمندر کے سفر اور اس کے معاشی فوائد کا ذکر اس سے پہلے بھی آچکا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ اتنے بڑے سمندر کا مسخر ہونا، اس پر انسان کا سفر کرنا، سازوسامان سے لدے ہوئے جہازوں اور کشتیوں کا سطح آب پر تیرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یہ انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ اس پر قابو پالے۔ اگر وہ عقل و بصیرت سے کام لے تو اس میں قدرت کی بڑی نشانیاں اسے نظر آئیں گی۔

.... وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي	.... اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں
الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ......	چلتی ہیں ان چیزوں کو لے کر جو لوگوں
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○	کو نفع دیتی ہیں ..... بڑی نشانیاں ہیں
(البقرہ: ۱۶۴)	عقل والوں کے لیے۔

اس معاملہ میں اسلام کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے۔ وہ یہ کہ یہ کائنات انسان کے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں اس کی زلیست کا نوع بہ نوع سامان اور ہر طرح کے اسباب معاش موجود ہیں۔ وہ انھیں تلاش کرے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔

اسلام ایک اور حقیقت ہمارے سامنے لاتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان نرا حیوان نہیں ہے۔ وہ ایک برتر اور اعلیٰ مخلوق ہے۔ اس کے اور حیوان کے درمیان جو بہت سے فرق ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پاک غذائیں عطا کی ہیں، جب کہ دوسری مخلوقات پاک اور ناپاک کے فرق کے بغیر اپنی بھوک پیاس بجھاتی ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں انسان کے عز و شرف کا بیان ان الفاظ میں ہوا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَ	ہم نے بنو آدم کو عزت دی، انھیں
حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	خشکی اور سمندر میں سواریاں عطا کیں
وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ	اور صاف ستھری اور پاکیزہ چیزوں کی
وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ	روزی دی اور اپنی بہت سی مخلوقات
خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۰)	پر انھیں نمایاں فضیلت بخشی۔[1]

---

[1] دنیا کی ہر مخلوق سے انسان کی برتری بالکل واضح ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور ہماری تفسیر کی کتابوں میں اس پر بڑی بحثیں ہیں۔ وہ یہ کہ کیا انسان ملائکہ سے بھی افضل اور برتر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ملائکہ انسانوں سے افضل ہیں۔ صحابۂ کرام میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہی رائے بتائی جاتی ہے۔ (رحلج)

سورۂ غافر میں ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ	اللہ ہی ہے جس نے تمہارے
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً	لیے زمین کو جائے قرار اور آسمان کو
وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ	چھت بنایا، تمہاری صورت بنائی
وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ	اور بہت ہی عمدہ صورت بنائی۔ اور
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ	تمہیں صاف ستھری اور عمدہ چیزیں کھانے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○	کو دیں۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے بس بڑی

= نے اسے ترجیح دی ہے۔ بعض حضرات ملائکہ پر انسانوں کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں بعض روایات بھی پیش کی جاتی ہیں لیکن سند کے اعتبار سے یہ کچھ زیادہ قوی نہیں ہیں۔ (ابن کثیر: تفسیر ۳/۵۱) بعض حضرات نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ وہ یہ کہ خدا کے رسول اور اس کے پیغمبر مطلقاً سب سے افضل ہیں۔ پھر فرشتوں میں وہ فرشتے جو پیغام رسانی کا کام انجام دیتے ہیں وہ دوسرے فرشتوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ عام فرشتے تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ، اکثر شوافع اور اشاعرہ کی رائے ہے۔ انسانوں میں پیغمبروں کے علاوہ خداترس اور نیک بندوں کے مقام و مرتبہ سے بھی بحث کی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ روح المعانی: جزء ۱۵/۱۱۸-۱۲۰

زمخشری ان لوگوں میں سے ہیں جو انسانوں پر ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ انھوں نے مخالف نقطۂ نظر پر سخت جرح کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے 'جمیع' کا نہیں 'کثیر' کا لفظ استعمال کیا ہے مطلب یہ کہ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ انسان کو تمام مخلوقات پر بلکہ یہ کہا کہ بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ 'کثیر' کا لفظ 'جمیع' کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اس لیے اس سے اس بات کی تردید نہیں ہوتی ہے کہ انسان سب سے افضل ہے۔ پھر اس پہلو سے دیکھا جائے کہ اللہ کی مخلوق میں بنو آدم کے علاوہ دوسرے مخلوقات کی کثرت ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ ان کثیر مخلوقات پر ہم نے بنو آدم کو فضیلت دی تو اس کے صاف معنیٰ یہی ہوئے کہ سب پر فضیلت دی (الکشاف مع حاشیہ ابن المنیر: ۲/۵۸۴) علامہ آلوسی کی یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جو فضیلت زیر بحث ہے اس کا تعلق تقویٰ اور نیکی سے ہے۔ آیت میں یہ بحث نہیں ہے اس میں تو ان احسانات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر بہ حیثیت نوع کے کیے ہیں۔ اس میں برے بھلے سب ہی آجاتے ہیں۔ روح المعانی: ۱۵/۱۱۸

(غافر: ۶۴) برکت والی ہے اللہ کی ذات جو
رب العالمین ہے۔

مطلب یہ کہ رب العالمین کے انسان پر بے شمار احسانات ہیں، زمین اس کے لیے جائے قرار ہے، وہ یہاں سکون کے ساتھ رہ سکتا ہے یہ نیلگوں آسمان اس کے لیے چھت کا کام دے رہا ہے۔ وہ نیچے اور اوپر دونوں طرف سے محفوظ ہے۔ اللہ نے اس کی بہترین صورت گری کی ہے، یہ حسین شکل وصورت اور یہ عمدہ قد و قامت کسی کو نہیں عطا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی غذا کے لیے عمدہ چیزیں پیدا کی ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ کے احسانات کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ	اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی
اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ	جنس سے بیویاں پیدا کیں اور تمہاری
مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً	بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے
وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	اور تمہیں صاف ستھری اور عمدہ چیزیں
اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ	کھانے کے لیے عطا کیں تو کیا یہ لوگ
اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ	باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کے احسانات
(النحل: ۷۲)	کا انکار کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ کے دو احسانات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہے بیوی بچوں اور خاندان کی دولت، جس کی وجہ سے انسان بہت ہی پاکیزہ رشتوں اور ناطوں میں بندھا ہوا ہے۔ اس کے چاروں طرف ہمدرد افراد کا ایسا حلقہ ہے جو اس کے دکھ سکھ اور رنج وراحت میں شریک ہے۔ دوسرا احسان ہے پاکیزہ روزی۔ یہ دونوں چیزیں کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں ہیں۔

ان آیات میں 'طیبات' یا پاک غذاؤں کا جو بار بار ذکر ہے اس کے کئی پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ انسان اپنی غذائی ضروریات صاف ستھری اور پاک چیزوں سے پوری کرتا ہے، ناپاک، گندی، گلی سڑی اور بدبودار چیزیں اس کی غذا میں شامل نہیں ہیں، جب کہ بہت سی دوسری مخلوقات ان ہی میں سانس لیتی ہیں اور ان ہی

سے غذا حاصل کرتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو چیزیں اس کی غذا میں شامل ہیں ان کے بھی صاف ستھرے، نرم وملائم اور نفیس اجزا وہ استعمال کرتا ہے۔ دانہ وہ کھاتا ہے، بھوسی اور چوکر، مویشیوں اور جانوروں کو کھلاتا ہے، پھل وہ کھاتا ہے اور بیشتر پھلوں کے چھلکے خدا کی دوسری مخلوقات کے کام آتے ہیں۔ مچھلی اور بہت سے جانوروں کا گوشت اور ان کے عمدہ اجزاء کو وہ اپنی غذا میں شامل کرتا ہے اور ان کے گندے اجزاء دوسرے جانوروں کی خوراک بن جاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ وہ غذا کو پکاکر اور ایک غذا کو دوسری غذا کے ساتھ ملاکر اپنے لیے قابل ہضم، زیادہ مفید، لذیذ اور ذائقہ دار بناتا ہے۔ یہ امتیاز اور خصوصیت کسی اور ذی روح مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔ ہمارے قدیم علماء نے بھی اس کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے۔

طیبات کی اس بحث کے شروع میں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نقل ہوئی ہے۔ اس کے ذیل میں علامہ قرطبی کہتے ہیں۔

طیبات سے مراد لذیذ ماکولات اور مشروبات ہیں۔ مقاتل نے کہا ہے کہ گھی، شہد، مکھن، کھجور، حلوی (جیسی چیزیں اس میں آتی ہیں) جب کہ دوسری مخلوقات کی روزی بھوسی اور ہڈی جیسی چیزوں میں رکھی گئی ہے[1]

امام رازی فرماتے ہیں:-

انسان اپنی غذا حیوانوں سے بھی حاصل کرتا ہے اور نباتات سے بھی۔ اس میں غلہ اور اس نوعیت کی سب چیزیں آجاتی ہیں۔ ان میں جو بہترین چیزیں ہیں انھیں صاف کرکے، پکاکر اور لذیذ بناکر وہ استعمال کرتا ہے۔ یہ بات سوائے انسان کے کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے[2]

علامہ ابن کثیر نے انسان کی تکریم اور اس کی غذا کے متعلق جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم سے نوازا، اسے بہترین ساخت عطا کی، وہ پیروں سے بالکل سیدھا چلتا ہے، غذا ہاتھ سے کھاتا ہے، جب کہ جانور

---

[1] قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۱۰/ ۱۹۱

[2] رازی: التفسیر الکبیر: ۵/ ۴۳۳

چار پیروں سے چلتے اور براہِ راست مونھ سے کھاتے ہیں، اسے سمع و بصر اور عقل و فہم کی ایسی قوت ملی ہے کہ وہ چیزوں کے درمیان فرق کرتا، دنیا اور آخرت میں ان کے نفع و نقصان اور ان کے اثرات و نتائج سے باخبر ہوتا اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اپنی سواری کے لیے خشکی میں جانوروں سے اور سمندر میں کشتیوں اور جہازوں سے کام لیتا ہے، اس کی غذا میں طرح طرح کے کھانے۔ غلہ، پھل گوشت اور دودھ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ وہ عمدہ مناظر سے استفادہ کرتا اور بیش قیمت ملبوسات پہنتا ہے۔ یہ سب چیزیں آدمی خود بھی تیار کرتا ہے اور دوسرے مقامات سے بھی اس کے پاس پہونچتی ہیں۔[۱]

ان آیات میں 'طیبات' عمدہ اور نفیس غذاؤں کو کہا گیا ہے۔ یہ لفظ حلال چیزوں کے لیے بھی آیا ہے۔ اس کا مقابل لفظ 'خبائث' ہے۔ قرآن مجید نے حرام چیزوں کو اسی سے تعبیر کیا ہے۔ حلال چیزوں کے استعمال کی وہ پوری اجازت دیتا ہے، البتہ حرام چیزوں سے صراحتًا منع کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وصف خاص یہ بیان ہوا ہے:

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ — وہ ان کے لیے پاک چیزیں حلال
يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (اعراف: ۱۵۷) — کرتا اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔

غذا کے بارے میں مختلف رویئے اختیار کیے جاتے رہے ہیں۔ ایک یہ کہ جس چیز سے پیٹ بھر جائے، جسم کو تازگی اور توانائی حاصل ہو، کام و دہن کو لذت ملے اور جو نفس کو مرغوب ہو آدمی اس سے جی بھر کر فائدہ اٹھائے، خوب کھائے پئے اور عیش کرے۔ اس میں جائز و ناجائز کا فرق کرنا ایک بارِ گراں ہے۔ انسان کی خواہشات اور ضرورتیں اس کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ مذہب کی پیدا کردہ حلال و حرام کی ساری بحثیں بے معنیٰ ہیں۔ یہ مادہ پرستانہ نقطۂ نظر ہے۔ اس میں انسان اپنے نفس اور خواہش کی اتباع کرتا ہے۔ اس سے برتر کسی قاعدہ اور ضابطہ کو تسلیم نہیں کرتا قرآن مجید کے الفاظ میں یہ رویہ انسان کو حیوان بنا دیتا ہے۔ اس لیے کہ حیوان بھی

---

[۱] ابن کثیر: تفسیر ۳/۵۱

اس سے آگے نہیں سوچتا۔ وہ کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ	جن لوگوں نے اللہ کا انکار کیا وہ
وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ	دنیا سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس
وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○	طرح کھا رہے ہیں جس طرح جانور
(محمد: ۱۲)	کھاتے ہیں۔ جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔

دوسرا رویہ یہ ہے کہ حلال وحرام کا تعین خود سے کر کے اسے خدا کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ یہ حرکت ان افراد اور قوموں کی طرف سے ہوتی ہے جو اصولی طور پر دین اور مذہب کو تو مانتے ہیں لیکن ان کے پاس دین کی صحیح تعلیمات نہیں ہوتیں۔ وہ مختلف اوہام وخرافات اور فاسد تصورات کے تحت حلال وحرام کی فہرست خود سے وضع کرتے رہتے ہیں اور اسے اپنے خود ساختہ دین کا جزء بناتے چلے جاتے ہیں۔ دنیا کی اور بہت سی قوموں کی طرح عرب کے مشرکین بھی اس غلطی کا ارتکاب کر رہے تھے۔ قرآن مجید نے ان سے اس کی دلیل طلب کی۔ اس نے کہا حلال وحرام کا تعین کرنا خدا کا کام ہے۔ اس کی ذمہ داری تم نے کب سے لے لی؟ یہ مقام تمہیں کب سے حاصل ہو گیا کہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرو کہ ان میں سے کس کا استعمال جائز ہے اور کس کا ناجائز۔ کون حلال ہے اور کون حرام؟ ارشاد ہوا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	ان سے کہو کہ کیا تم نے اس پر غور کیا
لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ	ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو رزق اتارا
حَرَامًا وَّحَلٰلًا ط قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ	اس میں سے کسی چیز کو تم نے حرام اور
لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ	کسی کو حلال ٹھہرا لیا۔ ان سے پوچھو
(یونس: ۵۹)	کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت
	دی یا اللہ پر افتراء کر رہے ہو۔

اسی ذیل میں ایک اور جگہ فرمایا:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ	اور نہ کہو تم، جو جھوٹ تمہاری
اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا	زبانیں بولتی ہیں کہ یہ حلال اور یہ حرام
حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا	ہے تاکہ اسی طرح تم اللہ پر بہتان باندھو۔

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ	جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں وہ
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ	فلاح نہیں پائیں گے۔ تھوڑا سا فائدہ
لَا يُفْلِحُوْنَ ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ	ہے (جو اس سے وہ حاصل کر رہے ہیں
وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○	بالآخر) ان کے لیے دردناک
(النحل: ۱۱۶-۱۱۷)	عذاب ہے۔[1]

تیسرا رویہ رہبانیت کا ہے۔ اس میں آدمی روح کی جلا اور اس کی ترقی کے لیے مادی تقاضوں سے صرف نظر کرنا اور انھیں دبانا اور پامال کرنا ضروری سمجھ بیٹھتا ہے، حلال اور پاک چیزوں کا دروازہ بھی اپنے اوپر بند کر لیتا ہے، مباحات بھی اس کے لیے ممنوعات بن جاتی ہیں۔ اس طرح وہ غیر ضروری بندشوں میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے اور اپنے نفس پر بے جا تشدد اور ناروا سختی کرنے لگتا ہے۔ یہ سب کچھ تقویٰ، خداترسی اور روحانی ترقی کے غلط تصور کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ خدا کے پیغمبروں کا اسوہ اس کی تردید کرتا ہے۔ وہ تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کی روحانی بلندی کو کوئی دوسرا پا نہیں سکتا۔ انھیں اللہ کی طرف سے جو تعلیم دی گئی اور جس کے وہ پابند رہے وہ یہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ	اے رسولو! صاف ستھری چیزیں
الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ	کھاؤ اور صالح عمل کرو۔ بے شک میں
بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ (المؤمنون: ۵۱)	جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں انسان کے اس منفی رویہ کو قرآن مجید سراسر غلط قرار دیتا اور کہتا ہے کہ پاک چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ بھی شیطان کا ایک حربہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال اور طیب قرار دیا ہے انھیں انسان حرام سمجھ لے اور اسے اللہ کی طرف منسوب کرنے لگے ارشاد ہے:-

---

[1] مشرکین عرب کی خود ساختہ حرمت و حلت کی مزید تفصیل سورۂ انعام میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آیت ۱۳۶ تا ۱۴۴۔

...MED SHERI
... ...DAPPA THOTA
... ...R. PALYAM, BANGALORE

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۶۸-۱۶۹)

اے لوگو! جو کچھ زمین میں ہے اس میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ. شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں بدی اور فحش کا اور اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم وہ باتیں گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرو جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

مزید ارشاد ہے :۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف: ۳۲)

ان سے پوچھو وہ زینت جو اللہ نے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے کی پاک چیزیں کس نے حرام کی ہیں کہو دنیا کی زندگی میں یہ اہل ایمان کے لیے ہیں اور قیامت کے روز تو ان ہی کے لیے خاص ہوں گی۔ اس طرح ہم جاننے والوں کے لیے آیات کی تفصیل کرتے ہیں۔

بعض صحابہ کرام نے تقویٰ اور خدا ترسی سے قریب تر یہ بات سمجھی کہ طیبات اور حلال چیزوں سے بھی اجتناب کیا جائے۔ قرآن مجید نے اس کی اصلاح کی اور فرمایا :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ ٹھہرالو اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ نے تمہیں جو حلال و طیب رزق دیا ہے

أَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ (المائدہ: ۸۷-۸۸)

وہ کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو[۱]

اس طرح اسلام نے غذا کے بے قید استعمال پر تنقید کی، اس بات سے بھی منع کیا کہ آدمی خود سے اس کے حدود و قیود وضع کرے اور حلال و حرام کا فیصلہ کرے، اس نے اس تصور پر بھی ضرب لگائی کہ پاک چیزوں سے اجتناب نیکی اور تقویٰ کی علامت ہے۔

غذا کے استعمال سے متعلق غلط رویوں پر تنقید کے ساتھ اس نے اس بارے میں صحیح رویہ بھی متعین کیا ہے۔ اس ذیل میں ہمیں اس کی حسب ذیل ہدایات ملتی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے ان سے اجتناب کیا جائے۔ سوائے اضطرار اور مجبوری کے ان سے کبھی فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اضطرار میں ضرورت کی حد تک ان کے استعمال کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ جہاں اضطرار نہ ہو وہاں ان کے استعمال پر اس کی طرف سے گرفت اور باز پرس ہوگی۔ ارشاد ہے۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النحل: ۱۱۵)

اللہ نے تو بس یہ چیزیں تم پر حرام کی ہیں۔ مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح ہوا ہو۔ پس (اس کے باوجود) جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر یہ چیزیں کھالے، بشرطیکہ وہ اس سے لذت کا طالب نہ ہو اور حد سے آگے نہ بڑھے تو (اللہ معاف کر دے گا) بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔[۲]

---

[۱] امام ابن جریر طبری نے آیت ۸۷ کے ذیل میں جن صحابہ کرام کے اندر اس طرح کا رجحان ابھرا تھا ان کا اور ان سے متعلق واقعات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ تفسیر طبری جدید ایڈیشن ۱۰/۵۱۴-۵۲۳ ان میں سے بعض واقعات حدیث کی کتابوں میں بھی ملتے ہیں۔

[۲] یہ آیت مکی ہے۔ سورۂ بقرہ جو مدنی ہے، اس میں بھی یہ آیت (۱۷۳) معمولی فرق کے ساتھ آئی ہے۔ سورۂ مائدہ (آیت ۳) میں اس کی مزید کچھ تفصیل ہے۔

کھانے پینے کی جو چیزیں حرام ہیں اس آیت میں ان کا ذکر کیا گیا ہے بعض اور چیزوں کی حرمت بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ یہ تعداد میں بہت تھوڑی ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام ماکولات ومشروبات حلال اور طیب ہیں۔ قرآن و حدیث میں ان کی تفصیل نہیں بیان ہوئی ہے۔ انسان اپنی عمر، صحت، ضرورت، مزاج اور جغرافیائی اور معاشرتی حالات وظروف کے تحت ان کے استعمال اور عدم استعمال کا خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ حرام وحلال کا اصول ایک خاص پس منظر میں اس نے اس طرح بیان کیا ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ (الانعام: ۱۱۹)	آخر تم اس جانور کا گوشت کیوں نہ کھاؤ جسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے ان چیزوں کو بیان کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام ٹھہرائی ہیں۔ حالتِ اضطرار میں ان کا استعمال بھی جائز ہے۔ بے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات کو لے کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ بے شک تمہارا رب زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

مطلب یہ کہ جو محرمات ہیں انھیں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی ساری چیزیں حلال اور طیب ہیں۔ ان کو بے تکلف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام اور اللہ کی عطا کردہ وسعت کو تنگی میں تبدیل کر دے۔ یہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش اور ان کے ساتھ بڑی ظلم وزیادتی ہوگی۔

۲۔ اسلام کھانے پینے میں اسراف سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ (الاعراف: ۳۱)	کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بے شک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسراف کے کئی پہلو ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کھانے پینے میں حدودِ شریعت کا پابند نہ رہے اور حلال و حرام کے فرق کے بغیر پوری آزادی کے ساتھ پیٹ کے تقاضے پورے کرتا چلا جائے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ کھانے پینے پر بے تحاشا دولت اور مادی وسائل صرف کیے جائیں، ہر وقت دسترخوان کو زیادہ سے زیادہ آراستہ کرنے کی فکر سوار رہے۔ جیسے زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد نہ ہو۔ صرف کھانے پینے کی لذت مقصودِ حیات بن جائے۔ اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ آدمی حد سے زیادہ مقدار میں کھائے۔ خوراک کا بڑھانا روح کی کثافت کا باعث ہے اور اس سے جسمانی صحت بھی برباد ہوتی ہے۔

۳۔ غذا پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اللہ نے اس کے لیے اسے طرح طرح کی لذیذ غذاؤں سے نوازا ہے۔ اسلام کا مطالبہ ہے کہ اللہ کے اس فضل و احسان پر انسان کو اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا	اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو،
مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا	کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تمہیں دی
لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝	ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی
(البقرہ: ۱۷۲)	عبادت کرتے ہو۔

یہی بات سورۂ نحل میں ان الفاظ میں کہی گئی ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا	پس اللہ نے جو حلال اور پاک چیزیں
طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن	تمہیں دی ہیں انھیں کھاؤ اور اللہ کا
كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝	شکر ادا کرتے رہو اگر تم اسی کی عبادت
(النحل: ۱۱۴)	کرتے ہو۔

اس سے بڑی ناسپاسی اور احسان فراموشی اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی نوع بہ نوع نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود انسان اس کا اعتراف نہ کرے اور شکر نہ ادا کرے۔

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ	اور مردہ زمین ان کے لیے ایک
أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا	نشانی ہے۔ ہم نے (بارش کے ذریعہ)
حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا	اسے زندہ کیا اور اس سے اناج پیدا

فِيهَا جَنّٰتٍ مِنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ
وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ○
لِيَاكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ
اَيْدِيهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ○
(یٰس ۳۲-۳۵)

کیا جسے وہ کھاتے ہیں۔ اس میں ہم نے کھجور اور انگور کے باغات پیدا کیے اور چشمے اس میں نکالے تاکہ وہ ان کے پھل کھائیں۔ ان کے ہاتھوں نے یہ نہیں بنائے ہیں پھر وہ شکر کیوں نہیں کرتے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاٰتٰكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوهُ
وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا
تُحْصُوهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُومٌ
كَفَّارٌ ○
(ابراہیم: ۳۴)

اور اللہ نے تمہیں وہ سب کچھ دیا جو تم نے (تمہاری فطرت نے) اس سے طلب کیا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کرسکتے۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری انسان کو اس کی نافرمانی اور بغاوت کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کے بعد کامیابی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں اور دنیا اور آخرت تباہ ہو کر رہتی ہے، یہی بات بنو اسرائیل کو سمجھائی گئی تھی۔

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ
غَضَبِي وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ
غَضَبِي فَقَدْ هَوٰى ○
(طٰہٰ: ۸۱)

جو صاف ستھری چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں وہ کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو (کہ ناشکری اور بغاوت کی راہ اختیار کرو) ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ پھر گر کر رہا (تباہ ہوا)

۴۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے پیدا کردہ جن غلوں سے، پھلوں اور میووں سے اور دوسری بے شمار نعمتوں سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، ان میں دوسروں کا بھی حق ہے۔ اس حق کو فراموش نہ کرے۔ ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي اَنْشَاَ جَنّٰتٍ
مَعْرُوشٰتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشٰتٍ

وہی ذات ہے جس نے باغات پیدا کیے۔ ان میں سے (بعض وہ ہیں)

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝

(الانعام: ۱۴۲)

جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور (بعض وہ ہیں) جو ٹٹیوں پر چڑھائے نہیں جاتے۔ کھجور کے درخت اور کھیتی اس نے پیدا کی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ اسی نے زیتون اور انگور پیدا کیے جن کے پھل ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہیں اور مشابہ نہیں بھی ہیں۔ ان کی پیداوار کھاؤ جب وہ تیار ہو جائے اور ان کی فصل کاٹتے وقت ان کا حق ادا کرو۔ اسراف نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہاں دوسروں کا حق ادا کرنے کے حکم کے ساتھ اسراف کی ممانعت ہے۔ اس لیے کہ جو آدمی اسراف میں مبتلا ہو وہ دوسروں کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

اسلام اور مشکلاتِ حیات

معروف عالم دین اور اسلامی ادیب مولانا ابوالبیان حماد لکھتے ہیں: "کتاب پڑھ کر بے ساختہ غالب کا یہ شعر میری زبان پر آگیا ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

کتاب میں موضوع اور مواد کی گہرائی و گیرائی کے علاوہ اس میں زبان و بیان کی جو حلاوت اور ادبیت کی جو شیرینی موجود ہے اس سے بھی میں محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکا اور آپ کے بعض فقرے اور جملے بار بار پڑھنے کو جی چاہ رہا تھا۔ کتاب اگرچہ مختصر سی ہے لیکن آپ نے اس کتاب کے ذریعہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کی سعیٔ جمیل کی ہے۔ بغیر کسی تکلف کے اس کتاب کو بقامت کہتر و بقیمت بہتر کہا جاسکتا ہے۔"

مولانا سید جلال الدین عمری کی اس اہم کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوچکا ہے۔

صفحات ۸۸ ۔ قیمت ۸ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی پان والی کوٹھی۔ دودھ پور
علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲